Open Access
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

نئے پیش آمدہ مسائلِ طہارت کے حل میں قواعد فقہیہ سے استفادہ کی جہات

Aspects of Using Legal Maxims in Solving Modern Problems of purification

☆ **Dr. Hafiz Irfanullah**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan.
☆☆ **Dr. Tahir Masood Qazi**
HOD, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan.

Citation:
Irfanullah, Dr. Hafiz and Dr. Tahir Masood Qazi " Aspects of Using Legal Maxims in Solving Modern Problems of purification." Al-Idrāk Research Journal, 4, no.1, Jan-Jun (2024): 98– 101.

ABSTRACT
Allah Ta'ala has entrusted the ability to change human nature. It is such a beautiful quality to which man determines the steps of development from where he has reached. From the human lifestyle to his food, his necessities to compliments and luxuries, the meaning of everything has changed so much that what has become our necessity some time ago was considered as compliments and luxuries. This is the reason that the Islamic Sharia has described such teachings in the light of which solutions to problems can be found according to the changes in times and circumstances. This is one of the beauty of the Islamic Sharia which distinguishes it from other religions. It is a necessary thing that the change of circumstances and times affects Sharia issues. This is the reason why the jurists of all eras made this debate a subject of research. They provided arguments on this in their books, reviewed the influencing situations and times, explained its rules and regulations, and explained the problems keeping in mind the aspect of the Shariah for the Muslim Ummah and where A group of jurists gave special importance to the rules of jurisprudence called legal maxims, made a successful attempt to understand and interpret them, as a result of which the solution of jurisprudential problems became easier. There are also important rules related to the situation and time, in light of which newly occurring problems can be solved. In this article, the contemporary problems related to purity and the aspects of using maxims related to the exceptions of circumstances and times to solve these problems have been highlighted.
Keywords: Maxims, times and circumstances, contemporary problems, purity

تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسانی طبیعت میں تغیر و تبدل کی صلاحیت ودیعت کی ہے۔ یہ ایک ایسا ملکہ ہے جس کی بدولت انسان ترقی کے زینے طے کرتا کہاں سے کہاں جا پہنچا ہے۔ انسانی طرز بود و باش سے لے کر اس کی خوراک تک، اس کی ضروریات سے لے کر تحسینیات و تعیشات تک سب کا مفہوم اس قدر تبدیل ہو چکا ہے کہ آج جو ہماری ضرورت بن چکی ہے کچھ عرصہ قبل اسے تحسینیات یا تعیشات تصور کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ کہ شریعت اسلامیہ نے ایسی تعلیمات بیان کی ہیں جن کی روشنی میں زمانہ واحوال کے تغیر و تبدل کے مطابق مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے ۔شریعت اسلامیہ کا ایک یہ حسن ہے جو اسے دیگر ادیان سے ممتاز کرتا ہے۔ حالات وزمانہ کی تبدیلی کا شرعی مسائل پر اثر انداز ہونا ایک لازمی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے فقہاء نے اس بحث کو موضوع تحقیق بنایا۔ انہوں نے اپنی کتب میں اس پر دلائل فراہم کئے، اثر انداز ہونے والے حالات وزمانہ کا جائزہ لیا، اس کے اصول وضوابط بیان کئے اور امت مسلمہ کے لیے شریعت کے یسر کے پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسائل کو بیان کیا اور جہاں تسہیل و تخفیف ہو سکتی تھی اسے ترجیح دینے کی کوشش کی۔ فقہاء کرام کی ایک جماعت نے قواعد فقہیہ کو خصوصی اہمیت دیتے ہوئے ان قواعد کی تخریج کی، ان کی تفہیم و تشریح کی کامیاب کوشش کی جس کے نتیجے میں مسائل فقہیہ کا حل آسان ہوا۔ انہی قواعد میں حالات وزمانہ سے تعلق رکھنے والے اہم قواعد بھی ہیں جن کی روشنی میں نئے پیش آنے والے مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں طہارت سے متعلق عصری مسائل اور ان مسائل کے حل کے لیے حالات وزمانہ کی رعایت سے تعلق رکھنے والے قواعد فقہیہ سے استفادہ کی جہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ٹوائلٹ پیپر سے استنجاء

زمانہ قدیم سے قضائے حاجت کے بعد حصولِ طہارت کے لیے مٹی، پتھر اور پانی کا استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن دور حاضر میں جب واش روم اور جدید ٹوائلٹ سسٹم بنا تو مٹی کا استعمال متروک ہو گیا اور اس کی جگہ ٹوائلٹ پیپر استعمال کئے جانے لگے۔ بعض اوقات تو پانی اور ٹوائلٹ پیپر دونوں دستیاب ہوتے ہیں اور بعض علاقوں میں پانی کی قلت کی بنا پر صرف ٹوائلٹ پیپر سے کام لیا جاتا ہے۔ کتب فقہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ کاغذ سے استنجاء کرنا ممنوع ہے کیونکہ کاغذ کا استعمال لکھنے پڑھنے کے لیے ہے، لہذا ایک محترم مقصد کے لیے استعمال ہونے

والی چیز کو استنجا کے لیے استعمال کرنا درست نہیں۔ بلکہ فقہاء نے تو کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنے کو بھی مکروہ لکھا ہے۔ ان کا استدلال درج ذیل عبارات سے ہے:

حَكَى الْحَاكِمُ عَنْ الْإِمَامِ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ اسْتِعْمَالَ الْكَوَاغِدِ فِي وَلِيمَةٍ لِيُمْسَحَ بِهَا الْأَصَابِعُ ، وَكَانَ يُشَدِّدُ فِيهِ وَيَزْجُرُ عَنْهُ زَجْرًا بَلِيغًا ، كَذَا فِي الْمُحِيطِ[1]

حاکم نے امام سے روایت کی ہے کہ ولیمہ وغیرہ میں انگلیاں صاف کرنے کے لیے کاغذوں کا استعمال مکروہ ہے، اس میں سختی سے روکا جائے گا اور ایسا کرنے والوں کو جڑکا جائے گا۔ جیسا کہ محیط میں ہے۔

اس فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری کی مذکورہ بالا عبارت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب فقہاء نے کھانا کھانے کے بعد کاغذ کے استعمال کو مکروہ سمجھا ہے تو وہ استنجاء میں اس کے استعمال کو کس قدر مکروہ خیال کرتے ہوں گے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وَكَذَا وَرَقُ الْكِتَابَةِ لِصِقَالَتِهِ وَتَقَوُّمِهِ ، وَلَهُ احْتِرَامٌ أَيْضًا لِكَوْنِهِ آلَةً لِكِتَابَةِ الْعِلْمِ ، وَلِذَا عَلَّلَهُ فِي التَّتَارْخَانِيَّة بِأَنَّ تَعْظِيمَهُ مِنْ أَدَبِ الدِّينِ .وَفِي كُتُبِ الشَّافِعِيَّةِ : لَا يَجُوزُ بِمَا كُتِبَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ الْعِلْمِ الْمُحْتَرَمِ كَالْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ وَمَا كَانَ آلَةً لِذَلِكَ.[2]

اسی طرح کتابت والے اوراق کے ساتھ (استنجاء کرنا مکروہ ہے) کیونکہ وہ صاف ستھرے اور قیمتی ہوتے ہیں نیز آلہء کتابت ہونے کی بناء پر بھی ان کا احترام ہونا چاہیے۔ اسی علت کی بناء پر تاتارخانیہ میں ذکر ہے کہ کاغذ کی تعظیم دین کے ادب میں سے ہے۔ فقہاء شافعیہ کی کتب میں ہے کہ ایسی چیز کے ساتھ استنجاء جائز نہیں جس پر محترم علم سے متعلق کوئی چیز لکھی گئی ہو مثلاً حدیث، فقہ وغیرہ اور نہ ہی ایسے کاغذ سے جو کتابت کا آلہ ہو۔

لیکن دور حاضر میں کاغذ (ٹشو پیپر) کا رواج عام ہو گیا ہے اور لوگ اس کے عادی ہو چکے ہیں نیز اس کی حالت و

۱۔ شیخ نظام الدین، **فتاوی ہندیہ** (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2000) ج5، ص398

Shaikh Nizām uddīn, *Fatāwā Hindia*(Dār ul Kutob Alilmia, Beruit, 2000) Vol 5, P 398

[2] ۔ محمد امین بن عمر شامی، **ردالمختار علی الدر المختار** (دار احیاء التراث العربی ,بیروت، 1987ء) ج1، ص227

Muḥammad Amin shāmi, *Radulmuḥtar alā Durilmukhtar*(D ār Iḥyā alturath alarabi, Beruit, 1987) Vol. 1, P 227

مقصدیت کی تبدیل ہو چکی ہے، ٹشو آلہ کتابت بھی نہیں ہے لہذا اس کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے استعمال کی اجازت ہو جاتی ہے جیسا کہ قاعدہ فقہیہ ہے: العادة محكمة عادت پر حکم لگایا جاتا ہے نیز وَفِي النَّزْعِ عِنْدَ الْعَادَةِ الظَّاهِرَةِ نَوْعُ حَرَجٍ ظاہری عادت کو ختم کرنے سے ایک طرح کا حرج ہوتا ہے۔

اسی مؤقف کو علامہ شامی نے کاغذ کے استعمال کی اجازت بیان کرتے ہوئے ردالمحتار میں یوں لکھا ہے کہ:

وَإِذَا كَانَتْ الْعِلَّةُ فِي الْأَبْيَضِ كَوْنُهُ آلَةً لِلْكِتَابَةِ كَمَا ذَكَرْنَاهُ يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدَمُ الْكَرَاهَةِ فِيمَا لَا يَصْلُحُ لَهَا إذَا كَانَ قَالِعًا لِلنَّجَاسَةِ غَيْرَ مُتَقَوِّمٍ [1]

یعنی جب کاغذ کے (استنجاء کے لیے استعمال کی کراہت کی) علت آلہ کتابت ہونا ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں تو ایسے کاغذ کے استعمال میں عدم کراہت کا حکم لگایا جائے گا جو لکھنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا جبکہ اس سے نجاست بھی ختم ہو رہی ہو اور وہ قیمتی بھی نہ ہو۔

معاصر علماء نے انہیں قواعد کو پیش نظر رکھتے ہوئے جواز کا فتوی دیا ہے چنانچہ مفتی عبد الواجد قادری سے سوال پوچھا گیا کہ ٹوئلٹ پیپر سے استنجاء کرنا کیسا ہے تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "عام کتب فقہیہ میں کاغذ سے نجاست صاف کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ کاغذ تعلیم و تعلم کا ذریعہ ہے، ٹوائلٹ پیپر بھی اگرچہ کاغذ ہی کی قسموں میں سے ایک ہے لیکن اس کے بنانے والوں نے اسے تعلیم و تعلم کے لیے نہیں بلکہ خاص اسی کام کے لیے بنایا گیا ہے اسی لیے وہ کھردرا اور جاذب ہے پھر وہ یورپی ممالک میں مٹی کے ڈھیلوں سے زیادہ سستا اور سہل الحصول ہے۔ پھر ڈھیلوں کے استعمال کے بعد ہفتہ عشرہ میں بیریل (کھڈی) کی صفائی پر جس قدر صرفہ ہوتا ہے اسی قدر صرفہ سے اتنا زیادہ ٹولیٹ پیپر خریدا جا سکتا ہے جو سالوں سال کام آسکے۔ ان دونوں باتوں کے پیش نظر یہ بات بالکل واضح ہے کہ ٹولیٹ پیپر کے استعمال میں نہ تو ذریعہ تعلیم و تعلم کی توہین ہے اور نہ ہی تضیع مال ہے بلکہ پاکیزگی اور نظافت حاصل کرنے کا آسان اور کم قیمت ذریعہ ہے لہذا اس کے استعمال میں کوئی حرج و کراہت نہیں ہونی چاہئے [2]

---

[1] ۔ ایضاً

Ibid

[2] ۔ مفتی عبد الواجد قادری، **فتاوی یورپ** (شبیر برادرز لاہور، 2006ء) ص110

Mufti Abdulwaḥid Qādri, *Fatāwā Europe* (Shabīr Brothers, Lahore, 2006) P 110

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اپنی کتاب جدید فقہی مسائل میں اسی مسئلے کے تحت بیان کرتے ہیں کہ

"بڑے شہروں میں کاغذ کے استنجاء کے لئے استعمال بڑھتا جارہا ہے علماء نے اصولا اس کو مکروہ قرار دیا ہے کاغذ ایک گراں قدر چیز ہے جو علوم وفنون کی امین اور خود اسلام اور اس کی تعلیمات کے لئے بلند پایہ محافظ ہیں اس کی اس عظمت اور اہمیت کا تقاضا ہے کہ ایسے معمولی اور کمتر کاموں کے لئے اس کا استعمال نہ ہو اور اس کو نجاستوں میں ملوث ہونے سے بچایا جائے، اس لئے فقہاء نے اس کو مکروہ لکھا ہے البتہ مجبوری کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔اسی طرح کاغذ علوم انسانی کے لئے پیرہن اور اس کے لئے نشان عظمت کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس کا یہ احترام ہونا ہی چاہیے،ہاں ایسے کاغذ جو خاص اس مقصد کے لئے تیار کئے جاتے ہیں اور اس قابل نہیں کہ ان پر لکھا جائے ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں"۔[1]

علامہ رحمانی نے دو وجوہ سے پیپر کا ستعمال جائز قرار دیا ہے ایک مجبوری اور دوسری مقصدیت کا فرق۔ مجبوری کی بنا پر اسی چیز کے جائز قرار دینے کے لیے درج ذیل قاعدہ فقہیہ استعمال کیا جاتا ہے:الضرورت تبیح المحظورات (ضروریات کی بناء پر ممنوعہ چیزیں مباح ہو جاتی ہیں)لہذا کھانے کے بعد ہاتھ کی صفائی کے لیے،صفائی کے دیگر مقاصد کے لیے اور قضائے حاجت کے بعد استنجاء کے لیے ٹشو پیپر کے استعمال کا جائز قرار دیا جائے گا۔

کموڈ کا استعمال،یورینل کی شرعی حیثیت

دور حاضر میں مختلف پٹرول پمپ پر، رستوران میں اور مختلف دفاتر وغیرہ میں ٹوائلٹس میں کموڈ کا استعمال عمل میں لایا جارہا ہے۔ بعض جگہ تو یورینل نصب ہوتے ہیں۔خاص طور پر بیرون ممالک میں کام کرنے والے شدید پریشانی سے دوچار ہوتے ہیں کہ ان کے لیے کوئی متبادل بندوبست نہیں ہوتا انہیں کھڑے ہو کر ہی قضائے حاجت کرنا پڑتی ہے۔ایک تو اس میں ظاہر نص کی خلاف ورزی ہے نیز طہارت قائم رکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

---

[1] ۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، **جدید فقہی مسائل**(زمزم پبلشرز کراچی،2006ء)ج1،ص58
Molānā Khālid Saifullah Raḥmāni, *Jadīd Fiqhi Masāil* (Zam Zam Publishers, 2006) Vol 1, P 58

اسی وجہ سے کھڑے ہو کر قضاء حاجت کرنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

امام ترمذی نے حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی روایات ذکر کی ہیں جن سے کھڑے ہو کر قضاء حاجت کی ممانعت وارد ہے۔[1]

احادیث کی نصوص کے مطابق عام حالت میں کھڑے ہو کر قضاء حاجت کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ اگر نجاست لگ رہی ہو تو ناجائز ہے۔لہذا کوشش تو یہی ہونی چاہیے کہ اس سے احتراز کیا جائے لیکن اگر کوئی شخص شرعی طور پر مجبور ہے اور اس کے لیے بیٹھنا مشقت کا باعث ہے تو قاعدہ "المشقة تجلب التيسير" کے مطابق اس سے کراہت بھی ختم ہو جائے گی۔دوسرا وہ شخص جو کسی ایسی جگہ پر ہے جہاں اس کے لیے یورینل کے استعمال کے بغیر چارہ نہیں یا پھر وہ شخص باہر کہیں بیٹھ کر قضاء حاجت کرے۔ایسی صورت میں بے پردگی ہو گی جو کہ جائز نہیں۔اسے دو صورتوں کا سامنا ہے ایک تو یورینل کا استعمال اور دوسرا بے پردگی۔لہذا قاعدہ فقہیہ کے مطابق وہ بڑی مصیبت کو ترک کرتے ہوئے چھوٹی مصیبت کو اختیار کر لے۔فقہاء لکھتے ہیں:

اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمهما ضررا بارتكاب اخفهما

یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔لیکن اگر وہاں کوئی عذر موجود ہے تو پھر کراہت ختم ہو جاتی ہے لہذا جہاں یورینل کے علاوہ قضائے حاجت کے لیے کوئی جگہ نہیں تو یہاں عذر پایا جائے گا لہذا کراہت بھی ختم ہو جائے گی۔جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

وَيُكْرَهُ أَنْ يَبُولَ قَائِمًا أَوْ مُضْطَجِعًا أَوْ مُتَجَرِّدًا عَنْ ثَوْبِهِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَإِنْ كَانَ بِعُذْرٍ فَلَا بَأْسَ بِهِ.[2]

[1] ۔ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، *سنن ترمذی*، کتاب الطہارت، باب النھی عن البول قائما، رقم الحدیث:12

Abu Esā,Muḥammad bin Esā , Atirmazi ‹*Sunan Atirmazi,* kitābul taḥarāt, bāb alnahyi an albol qaimā, Ḥadiṯh no:12

[2] ۔ شیخ نظام الدین، *فتاوی ہندیہ*، ج1، ص50

Shaikh Nizām uddīn, *Fatāwā Hindia*, Vol 1, P 50

اسے قضائے حاجت سے روکنا ضرر کا باعث ہو گا جبکہ قاعدہ" الضرر يزال "کے مطابق اس سے اس ضرر کو روکنا ضروری ہے۔

وضو میں شک پڑ جانے کا حکم

بعض اوقات انسان کو وضو ہونے یا نہ ہونے میں شک پڑ جاتا ہے تو اس کے حوالے سے اصول یہ ہے کہ وہ یاد کرے کہ اسے وضو کرنا یقینی ہے یا وضو کا ٹوٹنا۔ اگر تو اسے وضو یقینی یاد ہے اور وضو ٹوٹنے میں شک ہے تو اسے با وضو تصور کیا جائے گا۔ اگر وضو کا ٹوٹنا یقینی یاد ہے اور باوضو ہونے میں شک ہے تو اسے بے وضو سمجھا جائے گا۔ قاعدہ ہے:اليقين لايزول بالشک یہی مسئلہ درج ذیل قاعدہ سے بھی معلوم ہو رہا ہے:الْأَصْلُ بَقَاءُ مَا كَانَ عَلَى مَا كَانَ یعنی جس حالت پر وہ ہے اسی حالت پر اسی باقی مانا جائے گا۔ اگر اسے طہارت یقینی ہے تو طہارت پر اور اگر بے وضو ہونا یقینی ہے تو اسی حالت پر تصور کیا جائے گا۔

کپڑے پر لگی نجاست کے وقت کا تعین

اگر کسی شخص کو کپڑوں یا جسم وغیرہ پر نجاست نظر آئے اور اس نجاست کے لگنے کا وقت معلوم نہ ہو تو اسے قریبی وقت کی طرف منسوب کر دیا جائے گا جب اس شخص نے قضائے حاجت کی ہو۔ اسی طرح اگر کپڑوں پر منی دکھائی دے تو اس قریبی وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا جس میں وہ محو خواب ہوا۔ کیونکہ قاعدہ ہے:

الْأَصْلُ إِضَافَةُ الْحَادِثِ إِلَى أَقْرَبِ أَوْقَاتِهِ

واقعہ کو اس کے قریبی وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

غسل خانے میں پیشاب کا حکم

اسلام نے طہارت سے متعلق بہت زیادہ تاکید کی ہے ۔ اسی اہمیت کے پیش نظر فقہاء کرام نے غسل خانے اور ٹوائلٹس کو علیحدہ علیحدہ رکھنے کا حکم دیا تاکہ دوران غسل پیشاب والی جگہ سے چھینٹے اڑ کر جسم پر نہ پڑیں اور جسم ناپاک نہ ہو جائے۔ فقہاء کا یہ حکم درج ذیل حدیث نبوی سے مستفاد ہے کہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ- « لاَ يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِى مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ ». قَالَ أَحْمَدُ « ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ ».[1]

[1] ۔ ابو داؤد، سلیمان ابن اشعث، **سنن ابو داؤد**، کتاب الطہارۃ، باب فِي الْبَوْلِ فِي الْمُسْتَحَمِّ، رقم الحدیث:27

Abu Daood, Sulaiman bin Ashas, *Sunan Abodaod*, Kitāb utahara, Bāb fil Bol fil mustaḥim, Hadith No 27

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ نہانے والی جگہ پر پیشاب کرے اور وہیں غسل بھی کرے۔امام احمد بن حنبل نے روایات کیا ہے کہ وہاں وضو بھی کرے۔کیونکہ اکثر وسوسے اسی عمل سے ہوتے ہیں۔

نص حدیث کے مطابق غسل خانہ میں قضائے حاجت سے منع کیا گیا ہے نیز وضو کرنا بھی منع ہے۔لہذا نہانے کی جگہ الگ ہونی چاہیے اور پیشاب کرنے کی جگہ علیحدہ۔لیکن دور حاضر میں شہروں میں بلکہ اب تو دیہاتوں میں بھی غسل خانے اور ٹوائلٹ ایک ہی جگہ ہوتے ہیں۔جہاں آدمی پیشاب کرتا ہے وہاں غسل اور وضو بھی کیا جاتا ہے اور یہ عام رواج ہو چکا ہے جس سے پہلو تہی ممکن نہیں۔فقہاء کرام نے شرعی اصولوں کے پیش نظر لوگوں کی عادت کو اہمیت دی ہے کہ شریعت ایسے معاملات میں نرمی پیدا کرتی ہے لہذا قاعدہ ہے "العادة محكمة"اس کے ذیلی قاعدہ کے طور پر علامہ ابن نجیم نے درج ذیل قاعدہ بھی ذکر کیا ہے

تترک الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة

حقیقت کو استعمال وعادت کی بناء پر ترک کر دیا جاتا ہے۔

اسی استعمال و عادت کی بنا پر فقہاء نے مذکورہ بالا حدیث کی تفصیل و تشریح کی ہے۔مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اگر غسل خانے کی زمین پختہ ہو،اور اس میں پانی خارِج ہونے کی نالی بھی ہو تو وہاں پیشاب کرنے میں حَرَج نہیں اگرچِہ بہتر ہے کہ نہ کرے،لیکن اگر زمین کچّی ہو،اور پانی نکلنے کا راستہ بھی نہ ہو تو پیشاب کرنا سخت بُرا ہے کہ زمین نَجس ہو جائے گی،اور غسل یا وُضو میں گندا پانی جسم پر پڑے گا۔یہاں دوسری صورت ہی مُراد ہے اِس لیے تاکیدی مُمانَعَت فرمائی گئی،یعنی اس سے وَسوسوں اور وَہم کی بیماری پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تجربہ ہے یا گندی چھینٹیں پڑنے کا وَسوَسہ رہے گا۔[1]

لہذا دور حاضر میں ایک چار دیواری کے اندر غسل خانہ اور ٹوائلٹس کا بنانا درست قرار دیا جائے گا۔جگہ کی تنگی کی وجہ سے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور لوگوں کی اس عادت کو چھڑوانا مشکل ہے لہذا اس کی اجازت دی جائے گی۔

---

[1]۔مفتی احمد یار خان نعیمی،**مراۃ المناجیح**(قادری پبلشرز،لاہور,2009ء)ج1،ص257
Mufti Aḥmad Yār Naīmī, *Miratul Manājīḥ* (Qadri Publishers, Lahore) Vol 1, P 257

جیسا کہ قاعدہ فقہیہ ہے:

"العادة محكمة" نیز وَفِي النَّزْعِ عِنْدَ الْعَادَةِ الظَّاهِرَةِ نَوْعُ حَرَجٍ

پانی کی ٹینکی میں چوہے وغیرہ کے مرنے کا حکم

پانی کی ٹینکی، کنواں یا کسی پانی ذخیرہ کرنے والی چیز میں جانور گر جائے تو اس کے متعلق شرعی مسئلہ یہ ہے کی اس سے پانی نجس ہو جاتا ہے۔اس سے پانی کو نکالنے سے متعلق فقہاء کرام کی تصریحات کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ جب اس کا علم ہوا تو اسے قریبی وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔جیسا قاعدہ فقہیہ ہے:

الاصل اضافة الحادث الى اقرب اوقاته

علامہ ابن نجیم اسی قاعدہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَقَدْ عَمِلَ الشَّيْخَانِ بِهَذِهِ الْقَاعِدَةِ ، فَحَكَمَا بِنَجَاسَةِ الْبِئْرِ إذَا وُجِدَتْ فِيهَا فَأْرَةٌ مَيِّتَةٌ مِنْ وَقْتِ الْعِلْمِ بِهَا مِنْ غَيْرِ إعَادَةِ شَيْءٍ ؛ لِأَنَّ وُقُوعَهَا حَادِثٌ فَيُضَافُ إلَى أَقْرَبِ أَوْقَاتِهِ" [1]

شیخین نے اسی قاعدہ پر عمل کیا ہے اور کنویں کی نجاست کا حکم اس وقت سے لگایا ہے جب اس میں چوہا مرنے کا علم ہوا اور اس سے پہلے پڑھی گئی نمازوں کو بھی نہیں لوٹایا جائے گا۔کیونکہ کنویں میں چوہے کا گرنا ایک واقعہ ہے (لہذا قاعدہ کے مطابق) اسے قریبی وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

حاملہ خاتون کے حیض کا مسئلہ

حاملہ خاتون کو اگر خون دکھائی دے تو کیا اسے حیض شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں اہل علم کی رائے میں اختلاف ہے۔اس رائے کے مختلف ہونے کی وجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کی طرف منسوب درج ذیل قول ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : إِذَا رَأَتِ الْحَامِلُ الدَّمَ تَكُفُّ عَنِ الصَّلَاةِ.[2]

---

[1]۔ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم، **الاشباہ والنظائر** (بیروت؛ دار الکتب العلمیہ، 1419ھ/1999ء) ص 55

Zain uddīn bin Ibrāhīm ibn e nujāim, *Alashbāh wnaẓāir* (Beirut: Dār ul kutub ālilmiah, 1419, 1999)P 55

[2]۔ ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی، **السنن الکبریٰ** (مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، الھند، ط 1334) کتاب العدد، باب باب الْحَيْضِ عَلَى الْحَمْلِ، رقم الحدیث 15827

Byhqi، Abu bakr Aḥmad bin Alḥussain,*Alssunan ulkubrā*,(Majlis dāira ālmārif ulniẓāmih ، alhind, 1334)kitāb ul adad, Bāb ḥaidh ala lḥamal, ḥadiṯh no 15827

جب حاملہ عورت خون دیکھے تو وہ نماز سے رک جائے

لہذا بعض اہل علم نے یہ رائے اختیار کی کہ اگر حاملہ عورت کو خون آجائے تو وہ نماز نہیں پڑھے گی۔ لیکن دور حاضر میں جدید تحقیق کے مطابق حاملہ عورت کو دوران حمل حیض آنا ناممکن ہے لہذا وہ خاتون نماز و روزہ جاری رکھے گی اسی طرح وہ طواف کعبہ بھی کر سکتی ہے۔ لہذا زمانہ کے تبدیل ہونے سے یا تحقیق کے تبدیل ہونے سے مسائل میں تبدیلی ہو سکتی ہے فقہاء کے ہاں اس کا انکار درست نہیں۔ جیسا کہ قاعدہ فقہیہ ہے:

لاینکر تغیر الاحکام بتغیر الازمان

زمانے کے تبدیل ہونے سے احکام کی تبدیلی کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اصل میں زمانے کی تبدیلی سے تحقیق میں تبدیلی آئی اور جدید میڈیکل سائنس نے واضح کر دیا کہ حاملہ خاتون کا حیض نہیں آسکتا لہذا اس پر عمل کرتے ہوئے اسے پاک تصور کیا جائے گا اور اس پر تمام شرعی احکام لاگو ہوں گے۔

معذور کے غسل اور وضو کا حکم

طہارت نماز کے لیے بنیادی شرط قرار دی گئی ہے چنانچہ جس شخص پر غسل فرض ہو جائے اس کے لیے غسل اور صرف وضو والے کے لیے پانی استعمال کرتے ہوئے وضو کرنا ضروری ہے۔ اگر پانی کا استعمال نقصان دہ ہو یا پانی نہ مل رہا ہو اور پانی کا استعمال یا تلاش باعث مشقت ہو تو شریعت نے اس کے لیے رخصت رکھی ہے کہ تیمم کر لے کیونکہ قاعدہ فقہیہ ہے: المشقۃ تجلب التیسیر۔ مشقت آسانی کا باعث بنتی ہے۔

مشقت کی اسی کیفیت کو آسانی میں تبدیل کرتے ہوئے اللہ جل مجدہ کا ارشاد گرامی ہے:

"وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا" [1]

اگر تم بیمار ہو، سفر پہ ہو، تم میں سے قضائے حاجت سے فارغ ہو یا حقوق زوجیت ادا کئے ہوں اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو اس طرح کہ اپنے چہرے اور منہ کا مسح کر لو یقیناً اللہ در گزر

[1] ۔ النساء 43:4

Al.Nisā, 4:43

کرنے والا اور بخش دینے والا ہے۔

اسی طرح دیگر معذوری کی دیگر صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں جیسا مذکورہ قاعدہ، آیت قرآنی سے واضح ہے۔ لیکن چونکہ عذر کی کیفیات مختلف ہوتی رہتی ہیں اس لیے ایسی تمام مشقتوں کو ہم مذکورہ بالا قاعدہ کی روشنی میں پرکھ سکتے ہیں اور معذور افراد کے لیے تیسیر فراہم کرسکتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی بھی عذر کی بناء وضو قائم نہ رہتا ہو تو بھی اس کے لیے شریعت نے یسر پیدا کیا ہے اور جن تک عذر رہے گا آسانی بھی ساتھ رہے گی جیسا کہ قاعدہ ہے: ما جاز لعذر بطل بزواله جو چیز عذر کی وجہ سے جائز ہوئی ہے عذر کے زائل ہونے سے باطل ہو جاتی ہے۔ درج ذیل فقہی عبارت اس کی مزید وضاحت کر رہی ہے:

"المستحاضة ومن به سلسل البول او استطلاق البطن او انفلات الريح او رعاف دائم او جرح لا يرقا يتوضون لوقت كل صلاة و يصلون بذلك الوضو فى الوقت ماشآوا من الفر ائض والنو افل "۔[1]

مستحاضہ (وہ خاتون جسے سیلان الرحم کی بیماری لاحق ہے)، جسے پیشاب کے قطروں کا عذر ہو، یا لگاتار دست کی بیماری لاحق ہو یا ریح (یعنی ہوا) خارج ہوتی ہو دائمی نکسیر چلتی رہتی ہو یا زخم مسلسل رستا رہتا ہو، تو ایسے معذور افراد ہر نماز کے وقت نیا وضو کریں اور اس وقت کے اندر فرائض و نوافل جو چاہیں اسی وضو سے ادا کرلیں۔

وہ تمام بیماریاں اور اعذار اسی مذکورہ قاعدہ کی روشنی میں سہولت کا باعث ہوں گے مثلاً جہاز، ٹرین وغیرہ پر سفر کی صورت میں پانی نہ مل سکے، جیل میں قیدی شخص پانی پر قادر نہ ہو یا کوئی بھی ایسی مجبوری جس کی بناء پر پانی استعمال نہ کرسکتا ہو تو متبادل کے طور پر تیمم کرے۔ اگر وضو تو کرسکتا ہو لیکن وضو قائم نہ رہتا ہو تو ہر نماز کا وقت ہونے پر وضو کرلے اور نمازیں، فرائض، سنن اور نوافل جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح کے اعذار کی صورت میں تیسیر پر عمل کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص بھی معذور کہلائے گا جسے پیشاب کے قطروں کی شکایت ہو ویسے قطرے آتے رہتے ہوں یا دوران نماز اس طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے اس کے لیے مسئلہ یوں ہے کہ اگر نماز

[1]۔ شیخ نظام الدین، **فتاویٰ ہندیہ**، ج1، ص41
Shaikh Nizām uddīn, *Fatāwā Hindia,* Vol 1, P 41

کے شروع وقت سے لیکر آخر تک قطروں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے یعنی اسے درمیان میں اتنا وقت بھی نہیں ملتا کہ کچھ دیر کے لیے قطرے رک جائیں اور وہ وضو کر کے نماز ادا کر لے تو ایسا شخص کو شرعا معذور کہا جائے گا۔اس شخص کا وضو وقت کے اندر ان قطرات سے نہیں ٹوٹے گا۔اگرچہ نماز اور وضو کے دوران قطرے ٹپکتے رہیں۔ایسا شخص دوسری نماز کا وقت آنے پر نیا وضو کرے گا۔جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

واش بیسن میں وضو کا حکم

وضو کرتے ہوئے اونچی جگہ پر بیٹھنا اور پانی کے چھینٹوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ادب بھی ملحوظ خاطر رہے اور طہارت مکمل کرتے ہوئے مستعمل پانی سے بھی احتیاط ہو سکے۔فقہاء نے آداب وضو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

الجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الغسالة [1]

بلند جگہ پر بیٹھ کر وضو کریں تاکہ مستعمل پانی سے بچا جاسکا۔

لیکن دور حاضر میں گھروں، دفاتر اور پبلک مقامات پر واش بیسن بنے ہوتے ہیں اور اس قدر کثرت کے ساتھ استعمال ہو رہے ہیں کہ لوگوں کی عادت بن چکے ہیں۔لہذا ان کی عادت کو چھڑوانا حرج کا باعث ہے اور قاعدہ فقہیہ ہے کہ فِي النَّزْعِ عِنْدَ الْعَادَةِ الظَّاهِرَةِ نَوْعُ حَرَجٍ ظاہری عادت کو چھڑوانے میں حرج ہوتا ہے۔لہذا" العادة محكمة" پر عمل کرتے ہوئے واش بیسن پر وضو کو بے ادبی قرار نہیں دیا جائے گا۔بلکہ بیسن پر کھڑے ہو کر وضو میں آسانی بھی ہو جاتی ہے اور انسان پانی کے چھینٹوں سے بھی بچ جاتا ہے۔

مصنوعی دانت لگانے کی صورت میں وضو اور غسل کا حکم

دور حاضر میں بہت ساری ایسی بیماریوں کا علاج بھی ممکن ہے جو پہلے ادوار میں ممکن نہیں تھا۔جسم کے باقی اعضاء کی مانند دانتوں کا درد ایک تکلیف دہ امر ہوتا ہے کیونکہ خوراک کا سارا دارومدار انہیں پر ہے۔جس طرح دانتوں کی بیماریاں مختلف ہیں اسی طرح ان سے متعلق مسائل بھی مختلف ہیں۔اگر دانت کی جگہ متبادل دانت لگا دیا گیا تو دیکھا جائے گا کہ غسل کے وقت اس کا باہر نکالنا ممکن ہے یا نہیں اگر تو آسانی سے نکالنا ممکن نہ ہو بلکہ مشقت و تکلیف

---

[1] ۔ حسن بن عمار، **مراقی الفلاح شرح نور الایضاح** (کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن) ص 24
Ḥasan bin Ammār, *Marāqi alfalāh sharaḥ Noor ul Idhāḥ* (Qadīmī Kutab Khana, Karachi) P 24

برداشت کرنا پڑتی ہو تو قاعدہ فقہیہ " المشقة تجلب التيسير "کے تحت اسے نکالے بغیر غسل درست ہو جائے گا۔ لیکن اگر اسے نکالنا ممکن ہو جیسا کہ عارضی لگائے جانے والے دانتوں میں ہوتا ہے تو اسی صورت میں اسے نکال کر غسل کیا جائے گا۔ اسی طرح حکم اس دانت کا ہے جس میں فلنگ مستقل ہو گئی ہے اور اسے بغیر مشقت کے نکالا نہیں جا سکتا۔ کتب فقہ میں کئی مقامات پر ایسے جزئیات ملتے ہیں جن سے مذکورہ بالا مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ البحر الرائق میں ہے

"وَلَوْ انْكَسَرَ ظُفْرُهُ فَجَعَلَ عَلَيْهِ دَوَاءً أَوْ عِلْكًا أَوْ أَدْخَلَ جِلْدَهُ مَرَارَةً أَوْ مَرْهَمًا ، فَإِنْ كَانَ يَضُرُّ نَزْعُهُ مَسَحَ عَلَيْهِ ، وَإِنْ ضَرَّهُ الْمَسْحُ تَرَكَهُ"[1]

اگر کسی شخص کا ناخن ٹوٹ گیا اور اس نے اس پر دوا یا گوند لگا دی، اپنی جلد میں پتّہ داخل کر دیا یا اس پر مرہم لگا دی تو اگر تو اس کا اتارنا ضرر کا باعث ہو تو اس پر مسح کرلے اور اگر مسح بھی ضرر کا باعث ہو تو اسے بھی ترک کر دے۔

مذکورہ بالا فقہی جزئیہ سے واضح ہوتا ہے کہ مسائل کا حل بیان کرتے ہوئے فقہاء کے پیش نظر لوگوں کے لیے آسانی رہتی تھی اسی لیے وہ لوگوں کی مشقت کو ملحوظ خاطر رکھتے اور ان کے لیے ضرر پیدا کرنے والے امور کو دیکھتے تھے چنانچہ مشقت کو دور کرنے اور ضرر کو زائل کرنے کی فکر کرتے تھے۔ لہٰذا مذکورہ بالا مسئلہ میں بھی ضرر کا پیش نظر رکھا گیا۔ قاعدہ فقہیہ ہے کہ الضرر يزال یعنی ضرر کو زائل کیا جائے گا۔

چنانچہ دانتوں والے مسئلہ میں اس اصول کو اور مشقت والے اصول کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ لیکن جس قدر ضرر ہو اسے اسی قدر رعایت ملے گی۔ اسی وجہ سے جو شخص آسانی سے دانت نکال سکتا ہے اسے نکال کر غسل کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسے شخص کو قاعدہ فقہیہ " ما ابيح للضرورة يقدر بقدرها " پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اسی مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے علامہ رحمانی لکھتے ہیں:

"چوکڑا لگانا اور فکس کرنا علاج کی قبیل سے ہے، اور اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ دانت فکس ہو جانے کے بعد اس کی حثیت جسم کے مستقل عضو کی ہے، اس لئے اس پر پانی کا پہنچ جانا ہی کافی ہے، چوکڑا

---

[1]۔ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم، **الاشباہ والنظائر**، ص 197

Zain uddīn bin Ibrāhīm ibn e nujāim, *Alashbāh wnaẓāir,* P 197

چونکہ لگایا اور نکالا جا سکتا ہے، اس لئے اس کی حثییت جسم کے مستقل عضو کی نہیں ہے، چوکڑے کی وجہ مسوڑے کے جس حصہ میں پانی نہیں پہنچ پائے، وہ حصہ گویا خشک رہ گیا، غسل جنابت میں کلی کرنا واجب ہے لہذا چوکڑا لگا کر اگر غسل واجب کرے تو غسل درست نہ ہو گا، چوکڑا نکال کر کلی کرنا ضروری ہو گا، اسی طرح مصنوعی دانت لگا کر وضو کرے تو وضو درست ہو گا، کیونکہ وضو میں کلی فرض نہیں، لیکن وضو کی سنت پوری طرح ادا نہ ہو پائے گی"۔[1]

خلاصہ بحث

شریعت اسلامیہ کا یہ حسن ہے کہ اس میں ہمیشہ انسانی احوال کا پیش نظر رکھتے ہوئے احکام نافذ کے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کی گنجائش سے ماوراء حکم نہیں دیا۔ اہل علم نے ایسے اصول وضوابط بیان کیے ہیں جن کی روشنی میں تسہیل و تخفیف کی جاسکتی ہے۔ ایسے بہت سے قواعد فقہیہ موجود ہیں جن کی روشنی میں شریعت مطہرہ کا یسر کا پہلو واضح ہوتا ہے۔ تحقیق ہذا میں مسائل طہارت کے حوالے سے نئے پیش آنے والے مسائل کا قواعد فقہیہ کی روشنی میں حل پیش کیا گیا ہے۔ زمانہ ماضی میں کاغذ کا استعمال چونکہ علمی مقاصد کے لیے ہوتا تھا چنانچہ فقہاء نے ہاتھ صاف کرنے کے لیے بھی اس کا استعمال ممنوع قرار دیا لیکن موجودہ حالات کے پیش نظر لوگوں کی عادت اور ضرورت کے تقاضا کو دیکھتے ہوئے ٹشو پیپر اور ٹوائلٹ پیپر کا ااستعمال جائز قرار دیا گیا ہے۔ ایسی طرح قضائے حاجت کے لیے کموڈ اور یورینل کے استعمال کا حکم ہو گا کہ ضرورت و مجبوری کے پیش نظر ان کے استعمال کی اجازت ہو گی۔ اسی طرح طہارت سے متعلق دیگر مسائل میں انسانی ضرورت و حاجت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکم بیان کیا جائے گا۔ مثلاً غسل خانے میں پیشاب کا مسئلہ، پانی کی ٹینکی میں چوہے وغیرہ کے ہلاک ہونے کا مسئلہ، حاملہ خاتون کے حیض کا مسئلہ، معذور کے غسل و وضو کا حکم، واش بیسن میں وضو کا حکم، مصنوعی دانت لگانے کی صورت میں وضو اور غسل کا حکم، الغرض ان تمام مسائل اور ان جیسے دیگر مسائل کو مذکورہ قواعد فقہیہ کی روشنی میں حل کرتے ہوئے آسانی فراہم کی جائے گی تاکہ لوگوں کو تکلیف مالا یطاق کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

---

[1] ۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، **کتاب الفتاوی** (کراچی، زمزم پبلشرز، س ن) جلد 1، ص36
Molānā Khālid Saifullah Raḥmāni, *Kitāb ul Fatāwā,* (Zam Zam Publishers, Karachi) Vol, 1 P 36